Scanned with CamScanner

کشمیر کی ایک عہد آفریں شخصیّت شہمیر

(اُس سے وابستہ اور اُس کے متعلّقین سے وابستہ چند اہم واقعات کی محققانہ نشاندہی)

ڈاکٹر مرغوب بانہالی)

جہان در اختیارِ راجگان بود　　فلک در انتظارِ خواجگان بود
شدہ بیدار ناگہ بختِ کشمیر　　کہ گشت این ملک پای تخت شہمیر
چو از انوارِ فیضش روز شد شب ...　　بسلطان شمس الدین آمد ملقب ع۱

کشمیر کی پہلی اور آخری عظیم الشان مسلم سلطنت کے بانی شہمیر اور اُس کے باپ دادا کا نام درج کرتے میں مورخین کے ہاں تواِلا تو یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ شہمیر کے نام کی تذکروں اور تاریخوں میں تین صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں ۱۔ شہمیر ۲۔ شاہ میر ۳۔ شاہ میرزا۔ ان ناموں کے علاوہ اس کا ایک اعزازی نام بھی ہے۔ جو کشمیر میں اشاعتِ اسلام کے اُفق پر سورج کی طرح چمک اُٹھنے کی مناسبت سے آپ نے اُس وقت بطور لقب اختیار کیا جب آپ کشمیر کی پہلی مسلم سلطنت کے بانی کی حیثیت سے تخت نشین ہوئے تھے آپ کا یہ لقب یا اعزازی نام "سلطان شمس الدین" ہے۔

جہاں تک "شاہ میرزا" لفظ کے تاریخی اندراج کا تعلق ہے۔ کشمیر کے باہر لکھی گئی اہم تاریخوں میں سے یہ لفظ صرف تاریخ فرشتہ میں پایا جاتا ہے ع۱۔ کشمیر کے اندر لکھی گئی

ع۱ تاریخ فرشتہ (ترجمہ) ج ۴ ص ۵۸۷

اہم تاریخوں میں سے یہ لفظ صرف تاریخ حسن میں ملتا ہے۔ ع۲ اس کے برعکس "شاہ میر" لفظ دوسری تمام اہم تاریخوں اور تذکروں میں لکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر معاصر مورخ زونراج کی تاریخ ع۳ اور قریب العصر مورخین کی بہارستان شاہی ع۴ ، گلدستہ شاہی ع۵) آئین اکبری ع۶ اور طبقات اکبری ع۷ جیسی کتابوں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

شہمیر کے نام کی ان دو صورتوں کے برعکس بیشتر تاریخوں میں "شہمیر" ہی درج ملتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی بنیادی لفظ "شاہ میر" کا مخفف سمجھنا چاہیئے۔ "شہمیر" اور شاہ میر دونوں صورتوں میں جن تاریخوں میں درج ملتا ہے اُن میں سے واقعات کشمیر ع۸ تاریخ باغ سلیمان ع۹ ، کشیر ع۱۰ ، کشمیر انڈر دی سلطانز ع۱۱ ہسٹری آف مسلم رُول اِن کشمیر ع۱۲ تاریخ بڈشاہی ع۱۳ ، سلطان زین العابدین آف کشمیر ع۱۴ اور کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ ع۱۵ قابل ذکر ہیں۔

اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ تین طرح کے ان اندرجات میں اہم اور بنیادی لفظ "شاہ میر" ہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسکی اہمیت پر کثرت اندراج بھی قابل توجہ ہے۔

ع۲ تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۶۸ ع۳ زونراج (ترجمہ) ص ۳۷ ع۴ بہارستان شاہی میں شہمیر بھی لکھا گیا ہے ص ۱۴ ع۵ تاریخ گلدستہ شاہی (بہارستان شاہی سے مطابقت رکھتی ہے) ص ۱۱۸ ع۶ آئین اکبری ص ۱۵۴ ع۷ طبقات اکبری ص ۵۹۶ ع۸ واقعات کشمیر ص ۲۷ ع۹ تاریخ باغِ سلیمان ص ۱۰۳ ع۱۰ کشیر ج ۱ ص ۸۱ ع۱۱ کشمیر انڈر دی سلطانز ص ۱ ع۱۲ ہسٹری آف مسلم رُول اِن کشمیر ص ۹۲ ع۱۳ تاریخ بڈشاہی ص ۲۷ ع۱۴ سلطان زین العابدین آف کشمیر ص ۳ ع۱۵ کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ ص ۶۳

Scanned with CamScanner

اور سہولیتِ تلفظ کے لئے اختیار کیا گیا لفظ "شہمیر" بھی اسی لفظ کا مخفف ہم تک پہنچتے پہنچتے چونکہ "شہمیر" لفظ کو ہی قبولِ عام کی سند حاصل ہو گئی ہے۔ اس لئے میں بھی بہارستان شاہی اور واقعات کشمیر کی طرح اپنی کتاب میں شہمیر لفظ ہی استعمال کر رہا ہوں۔

شہمیر کے باپ کا نام طاہر شاہ تھا۔ جس کو بعض مؤرخوں نے شاہ میر نام میں "شاہ" لفظ کی ترتیب کی رعایت سے شاہ طاہر بھی لکھا ہے۔ ع۱ شہمیر کے دادا کا نام قور شاہ تھا۔ جس میں لفظوں کی ترتیب میں پس و پیش کرنے کی کوشش تو نہیں کی گئی ہے البتہ بعض تاریخوں میں یہ نام غلطی سے غور شاہ لکھا گیا ہے۔ ع۲ بلکہ بعض لوگوں نے کسی غلط فہمی سے حرف "د" کا اضافہ کر کے وقور شاہ بھی لکھا ہے ع۳ پہلی غلطی کے سلسلے میں "ق" پر کاتب کا ایک ہی لفظ ڈال کر خور شاہ لکھنا قابلِ فہم ہے۔ البتہ پروفیسر محب الحسن جیسے مشہور اُستاد کا دقور شاہ لکھنا بہر حال دلچسپ ہے۔ تاریخوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات قرینِ قیاس لگتی ہے کہ پروفیسر موصوف نے ایسا ارتکاب واقعات کشمیر کا یہ جملہ غلط پڑھنے کے نتیجے میں کیا ہے جس میں شہمیر کا تعارف پیش کرتے ہوئے لکھا گیا ہے "جدا د قور شاہ نام مردی صاحب کرامات و خوارق عادات بود" ع۴ پروفیسر صاحب کے برعکس ڈاکٹر صوفی نے زونراج کے حوالے سے اصلی نام "قور شاہ" درج کرنے کے علاوہ لفظ "قور" کی اِمکانی جہتیں مقرر کرنے کی کوشش بھی کی ہے ع۵ بہر حال واقعات کی پڑتال سے یہ بات طے پاتی ہے کہ شہمیر کا بنیادی نام شاہ میر آپ کے والد کا نام طاہر شاہ اور آپ کے دادا کا نام قور شاہ تھا۔

جہاں تک شہمیر کے خاندان کا تعلق ہے۔ اس کی شہرت اور عظمت کے بارے میں مقامی مورخوں میں ایک جیسی رائے پائی جاتی ہے۔ ان سب کے بیانات کا جائزہ

ع۱ + ع۲ تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۶۱ ع۳ کشمیر انڈر دی سلطانز ص ۴۳ ع۴ واقعات کشمیر ص ۲۷
ع۵ +

لینے سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ شہمیر کا خاندان زمانۂ قدیم سے ایک جاہ وحشمت اور اثرورسوخ والا خاندان گذرا ہے ع٦ البتہ اس خاندان کی عظمت کی نوعیت سے متعلق مورخوں نے دو طرح کی رائیں اُبھاری ہیں۔ ایک رائے کی نمایندگی زودنراج کرتا ہے اور دوسری رائے کا خلاصہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری پیش کرتا ہے۔ زودنراج قورشاہ اور اسکے خاندان کی عظمت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"قورشاہ ایک اعلیٰ اور اشرف خاندان کا فرد تھا۔ اُس کا سلسلہ نسب ارجن کے پوتے اور رھمن کے بیٹے پرمکھیت (بریکھیت) سے ملتا ہے ..... قورشاہ کے بازو پر جرأت وبوالمردی کا ایک نشان چمکدار کمان کی مانند تھا۔ جو اُسکی نیک بختی کی ایسی ہی شہادت دے رہا تھا۔ جیسی شہادت شاہ خاور (سورج) کے طلوع ہونے سے متعلق کسی پہاڑ کی چوٹی پر صبح کے وقت کی سنہری کرنیں پیش کرتی ہیں۔ قورشاہ کی تین آنکھیں تھیں اسلئے وہ پیشگوئی کرسکا کہ شاہ میر کثیر اولاد والا ہوگا۔ اُسکی اولاد بڑی شہرت پائے گی اور کشمیر پر حکمرانی کرے گی۔ خود شہمیر جوش اور چمک میں دوپہر کے سورج کی سی تابانی حاصل کرے گا۔ شہمیر کی بہادری اور شجاعت دیکھ کر اُسکے دشمنوں کی حالت یہ ہوگی کہ وہ بیوہ عورتوں سے مل کر اُنہی کی طرح زار وقطار روتے ہونگے" ع١

مورخ محمدالدین فوقؔ قورشاہ کی اس پیشگوئی کے حرف بحرف روبعمل آنے کو بعد کے تاریخی حالات وواقعات پر منطبق کرکے رقمطراز ہے "ہندو زچگان کے اس آخری دور میں راجہ سہدیو۔ ادیان دیو اور خود کوٹہ رانی اپنی اپنی حکومت سنبھالنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارتے رہے اور کبھی کبھی یہ مرض سنبھالا لیتا رہا۔ لیکن بنیاد

ع٦ کشیر ج ا ص ۱۸ ع۱ زونراج + تاریخ بڈشاہی ص ۲۸

Scanned with CamScanner

چونکہ ہل چکی تھی ہوا اُکھڑ چکی تھی۔ حکمران طبقہ کی ذاتی کمزوریوں، بے اعتدالیوں، غفلتوں اور وزراء و اُمراء کی باہمی خانہ جنگیوں نے ملک کا بُرا حال کر رکھا تھا۔ اسلئے یہ سنبھالا تو "خورشید لبِ بام" اور "شمع سحر" کے وجود سے زیادہ دیر پا ثابت نہ ہو سکا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ واقعات و حالات جو پیش آرہے تھے اور جو آئندہ پیش آنے والے تھے۔ ایک دوربین آنکھ کی دوررس نگاہ اُس گرد و غبار میں کسی شہسوار کی آمد آمد کا انتظار کر رہی تھی اور اشاروں سے بتا رہی تھی ؎

یہ جتنے کارواں ہیں سب بنینگے خاک منزل کی
نیا اِک کارواں خاکسترِ منزل سے نکلے گا ۲؎

(معاملہ فہم قورشاہ کی دوراندیشانہ پیشگوئی کے عین مطابق[۳]) بقولِ فوق اس خاکستر منزل سے جو کارواں نکلا وہ یہی شاہ میر تھا۔

شہمیر کی خاندانی عظمت سے متعلق دوسری رائے جو مورخ فرشتہ۔ مورخ نظام الدین خواجہ محمد اعظم اور ڈاکٹر صوفی جیسے لوگوں کی تحقیق سے پھوٹتی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں زونراج نے ہندو اساطیر کا سہارا لیکر قورشاہ کی دوراندیشی اور پیش بینی کو یہ کہہ کر خراج عقیدت پیش کیا ہے کہ وہ تین آنکھوں والا تھا۔ وہاں اس خاندان کی بہادرانہ روایات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اُس نے قورشاہ کو بہادر پانڈوں کی اولاد قرار دیا ہے۔ زونراج کے اِس شاعرانہ مبالغے کی توثیق قورشاہ کے بازو اور کمان کے بارے میں دیئے گئے اُس کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ یوں بھی یہ بات کیسے نظر انداز کی

۲؎ تاریخ بڈشاہی ص ۲۷ ۳؎ ایک کشمیری النسل شاعر عزیز الدین عزیز نے مثنوی گلگشتِ کشمیر میں قورشاہ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے ؎

رخِ او مظہرِ نورِ الٰہی — دلِ او گنجِ اسرارِ کماہی
بیش روزی ز فردا دُر ہمی سُفت — دراثنای گہر سفتن چنین گفت
کہ در کشمیر از تائید باری — کند شہمیر روزی شہریاری
ز نسلش چند تن صاحب لوایند — بفرمانِ ازل فرمان روایند

Scanned with CamScanner

جا سکتی ہے کہ زونراج اور اُس کے پیشرو کلہن کے بیانات مورخانہ حثیت سے زیادہ شاعرانہ حثیت ہی تو رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے زونراج کے بیانات کشمیر کے تاریخی واقعات کے بارے میں اتنی ہی حقیقت اور اہمیت رکھتے ہیں جتنے ایران کے بعض تاریخی واقعات سے متعلق شاہنامہ فردوسی میں دئے گئے بیانات حالانکہ شاہنامہ کی تالیف کے وقت مسلم مورخوں کی حقیقت نگاری ہندو اساطیر نگاروں سے بڑی حد تک مختلف محسوس ہوتی ہے۔

تاہم زونراج کے مندرجہ بالا بیانات کے تجزئے سے یہ بات قابل فہم بن جاتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں لوہر کوٹ اور راجوری کے گرد و نواح سے پکھلی (ضلع ہزارہ) کے کوہستانی سلسلے میں قبول اسلام کی فضیلت پانے میں جن خاندانوں نے پہل کی تھی۔ انہی میں سے ایک اہم خاندان شہمیر کے اسلاف کا تھا۔ جو اپنی دوراندیشی کے باعث نئے رجحان کا نقیب بن کر اسلامی علوم میں دوسروں پر سبقت لینے کے لئے آگے بڑھا تھا۔ دراصل اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ نے ہی اشاعت اسلام کے پس منظر میں "شاہ" لفظ کی فضیلت پا کر دوہری برتری پائی تھی ؏۱ پشیر کی برتری کی طرف اشارہ کیا گیا جو اس خاندان کو بہادر کھاشا قبیلے سے وابستہ ہونے کے ناطے اور خود محمود غزنوی کے خلاف دادِ شجاعت

؏۱ منجملہ دوسرے قیاسات کے "شاہمیر" نام دو ایسے لفظوں سے مرکب ہے۔ جن کو براہ راست سیادت۔ بادشاہت اور علمی فضیلت سے محمول سمجھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کے نام کا ماقبل "میر" یا مابعد "شاہ" ہونے سے اب تک اس شخص کے سید یا عالمِ دین ہونے کا مفہوم لیا جاتا ہے۔ تواریخ میں بھی اسکی شہادت ملتی ہے مثلاً بابا بلبل شاہ ترکستانی اور میر سید علی ہمدانی رح کے ناموں میں "شاہ" اور "میر" لفظوں سے بالترتیب سید کا مفہوم

Scanned with CamScanner

دینے میں پیش پیش رہنے کے ناطے حاصل تھی ع۲۔ البتہ محمود کے پہلے حملے میں
بہادرانہ ڈھنگ سے لڑنے والے اس قبیلے کے افراد نے دوسرے حملے سے پیشتر ہی
نئے رجحان کو لبیک کہنے کی دوراندیشی کا مظاہرہ کیا تھا یہ موضوع ایک الگ بحث
کا تقاضا کرتا ہے۔

جہاں تک شہمیر کے آبائی وطن کا تعلق ہے۔ مورخین نے اس ضمن میں بھی
طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے۔ فوق کے خیال میں شہمیر کا اصلی وطن
افغانستان کا وہ شمالی علاقہ تھا جو زمانۂ قدیم میں کشمیر کا ہی ایک حصہ تھا۔
یہ وہی علاقہ ہے جس میں سوات، گنیر، پنج کوڑہ اور باجوڑ کے دیہات شامل

لیا جاتا رہا ہے۔ اس لحاظ سے شہمیر کے باپ اور دادا کے علاوہ اسکی اولاد میں سے سلطان حسن
شاہ، محمد شاہ اور فتح شاہ کے ناموں میں شاہ لفظ کی موجودگی ایک واجبی لمحۂ فکریہ پیدا
کرتی ہے۔ اور پھر کفو کی پابندی کا اہتمام ملحوظ رکھتے ہوئے (خاص طور پر قرون وسطیٰ
سے پہلے) سلطان زین العابدین کے نکاح میں بیہقی بیگم کا ہونا یا پھر سلطان حسن شاہ
اور سلطان محمد شاہ کے ساتھ سادات بیہقی کے رشتے قائم ہو جانا بھی غور طلب امر بن جاتا
ہے۔ لیکن چونکہ "شاہ" لفظ کو اس ایرانی روایت سے الگ بھی نہیں کیا جا سکتا جس کے
تحت اس سے اقتدار اور علمی فضیلت سے وابستہ ہونے کا مفہوم ہی بیشتر لیا گیا ہے اسلیئے
ضروری نہیں کہ شہمیری خاندان کو خاندانِ سادات قرار دینے کی وہ زحمت اٹھائی
جائے جو کشمیر کے بعض خاندان احساس کمتری کے تحت اپنا تعلق بدشاہ کے ساتھ ظاہر
کرنے کے لئے اب تک اپنے نئے شجرے اور جعلی نسب نامے تیار کرانے میں اٹھا رہے ہیں ایسے
بعض خاندانوں کے ساتھ راقم کو دوران تحقیق بڑا دلچسپ پالا پڑتا رہا ہے۔ جسکی تفصیل ضروری نہیں
ع۲ شہمیر کی سلطنت قائم ہونے سے ڈیڑھ سال پیشتر تک کھاش قبیلے کے طاقتور اور

تھے عہ۳ مورخ پیر غلام حسن نے کشمیر کے آبائی وطن کا نام سوات یا کنیر کے برعکس "سواد کنیر" لکھا ہے۔ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ کشمیر سواد کنڑ سے چل کر سیدھا بارہمولہ آیا تھا عہ۴ ڈاکٹر آر۔ کے۔ پارمو نے کشمیر کے نام کی مطابقت کسی امیر شاہ ایرانی کے نام سے ڈھونڈ نکال کر کشمیر کو ایران کے کسی صاحبِ اقتدار خاندان کا فرد قرار دیا ہے عہ۵ بہر حال دور کی سوجھ کے مترادف ہے اور درست نہیں۔ ڈاکٹر زتشی نے عہ۶ ڈاکٹر پارمو کے اس انکشاف کو رد کرتے ہوئے یہ عمدہ نکتہ اُبھارا ہے کہ ایران کے کسی صاحب اقتدار خاندان کا فرد ہونے کی صورت میں ایرانی مورخوں کی توجہ کشمیر کے واقعہ ہجرت کی طرف ضرور گئی ہوتی حالانکہ ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کشمیر کے آبائی وطن کی نشاندہی کرتے ہوئے سلطان زین العابدین بڈشاہ کے ہم عصر مقامی مورخ اور درباری شاعر زونراج نے لکھا ہے کہ کشمیر کے اسلاف ایک آدمی پارتھا نانی (ارجن) نام کا گذرا ہے۔ جو پنج گاورا میں رہتا تھا یہ وہی

ار ہونے کی تاریخی شہادت ملتی ہے۔ اس قبیلے کے سرپھرے افراد نے اپنی خودمختاری بحال ے لیے دشوار گذار دروں اور پہاڑوں میں شاہین وار بسیرا کرنے کو ترجیح دی ہے۔ راج ترنگنی ور تاریخ حسن میں کھاشاؤں کے کارناموں کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس قبیلے کے جو شیلے افراد راجوری۔ گول گلاب گڈھ۔ بانہال، پوگل پرستان اور کشتواڑ وغیرہ علاقوں میں اپنی برکار بند اور قدیم کشمیری زبان کی چند اہم بولیوں کے محافظ ہیں (دیکھئے میری کشمیری کشیر بالہ ایار)

بڈشاہی ص ۲۹ عہ۴ تاریخ حسن ج ص ۱۶۱ عہ۵ ہسٹری آف مسلم رول ان

عہ۶ سلطان زین العابدین آف کشمیر ص ۶

علاقہ ہے جس کی سرحد پر پارتھا کے بیٹے نے گرہبرا پور قصبہ تعمیر کیا تھا ع۱ ان دو جگہوں کی صحیح دریافت بڑی حد تک شہمیر کے آبائی وطن کا مسئلہ حل کرتی ہے۔ ترنج گادرا کو پنچ گبر نام کے تحت دریافت کر لیا گیا ہے۔ یہ جگہ راجوری اور بدھل کے درمیانی علاقہ میں واقع ہے۔ (اُس لوہر کوٹ قلعے کے بالکل متصل جہاں شہمیر سے چار صدیاں پہلے مقامی لوگ پہلی بار سلطان محمود غزنوی اور اُسکی مسلمان فوجوں سے متعارف ہوئے تھے بلکہ قرین قیاس ہے کہ شہمیر کے یا نڈو نسل سے تعلق رکھنے والے اسلاف اسی زمانے میں مشرف باسلام ہو کر تعلیم دین کی خدمت انجام دینے لگے تھے اور شہمیر کا دادا قورشاہ اِسی پس منظر میں عربی اور فارسی زبان کا ماہر اور عالم دینیات تھا شہمیر کی شخصیت میں اِس وراثت کا براہ راست دخل دریافت کیا جا سکتا ہے)

چنانچہ گرہبرا پور کی گبر نام کے تحت نشاندہی کی گئی ہے اور یہ وہی علاقہ ہے جو آج بھی بدھل علاقہ کے ترنج گبر نامی میدان کی مشرقی جانب پر اسی نام سے اپنا وجود رکھتا ہے ع۲ اسلئے یہ بات بڑی فکر انگیز ہے کہ اِن جگہوں کے ناموں میں اور فارسی تاریخوں میں دئے گئے ناموں میں تفاوتِ تلفظ کے باوجود بڑی مطابقت پائی جاتی ہے۔ اِن تاریخوں میں دئے گئے سوات گبر کو سوادِ گبر پڑھا جانا چاہیئے جس کا مفہوم مذکورہ گبر علاقے کا گرد و نواح ہو گا۔ ع۳ اِستنتاج کا یہ عمل جونراج کی "پنچ گاوراسمانی" ترکیب سے بھی بڑا جوڑ کھاتا ہے۔ جس کا مطلب ترنج گاورا علاقے

ع۱ ع۲ ڈاکٹر رتُشی سلطان زین العابدین آف کشمیر ص ۶" ع۳ جغرافیائی ناموں میں تلفظ کی یہ تفاوت عام پائی جاتی ہے۔ متعلقہ تفاوت سے ایک گونہ مشابہت رکھنے والا سمرقند کا وہ علاقہ ہے جو آج "گرمیر" کہلاتا ہے۔ حالانکہ امیر تیمور کی قبر اس علاقہ میں واقع ہونے کی رعایت سے یہ گور امیر کا عوامی تلفظ لگتا ہے اور اس میں بحث کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

کی سرحد پر واقع ہونے کے ہیں۔ بہر حال جس علاقے میں پنج گاورا واقع ہونے کی بات کی جاتی ہے اُسی میں کھاشا قبیلے کے آباد ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی تہمیر نسلاً کھاشا قبیلے کا ہی ایک فرد تھا۔

فارسی شہمیر کی اکتسابی زبان تھی البتہ اُسے اس اکتساب میں گھر کے تدریسی ماحول نے بڑی آسانی فراہم کر رکھی تھی۔ جہاں تک شہمیر کی مادری زبان کا تعلق ہے اکی نشاندہی کے لئے کھاشا قبیلے کی زبان کا دریافت کیا جانا ضروری بن جاتا ہے۔ اس ضمن میں مشہور مورخ کلہن پنڈت کے بعض بلیغ اشاروں سے مفر ممکن نہیں ہے۔ آرل سٹین کے بعد راج ترنگنی کا عمدہ ترجمہ کرنے والے آر۔ ایس۔ پنڈت نے کلہن کے ایسے چند بلیغ اشارات کا استنتاج اس طرح پیش کیا ہے۔

"راج ترنگنی کی نظم میں جن لوگوں کا کھاشا نام کے تحت بار بار ذکر کیا گیا ہے یہ وہی ہیں جو آج کھوکھہ نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اس پہاڑی قبیلے کے لوگ پیر پنچال کے جنوب مغربی سلسلے میں آباد ہیں۔ کھوکھوں کا شمار اب پہاڑی مسلمان راجپوتوں کے فرقوں میں بھی ہوتا ہے۔ ہندو کھوکھے سلسلہ کوہ ہمالیہ کے مختلف علاقوں میں بستے ہیں۔ کیومن پہاڑیوں میں کھاشا لوگ بڑی تعداد میں اپنے آپ کو سو فیصد راجپوت ظاہر کرنے میں مصروف ہیں۔" ع۱

اس اقتباس میں کھاشا قبیلے کی رہائش سے متعلق کی گئی نشاندہی پر پیر پنچال کے جنوب اور مغرب میں پھیلے ہوئے پورے سلسلے کو ملحوظ رکھکر غور کیجئے تو آپ کے سامنے مظفر آباد پونچھ۔ راجوری۔ گلاب گڈھ۔ بدھل۔ گول۔ بانہال۔ ڈوڈہ۔ بھدرواہ۔ کشتواڑ۔ بسوہلی اور ہماچل پردیش کا وہ پہاڑی بیلٹ آجائے گا۔ جس کو کشمیری تمدن خصوصاً کشمیری

ع۱ راج ترنگنی (پنڈت) ترنگ اول شلوک ۳۱۷ کا حاشیہ۔

زبان کا ایک قدیم اور اہم گہوارہ قرار دیتے ہوئے راقم نے صرف دو برس پہلے کشمیر پیر پنچال کے "اس پار" نام کی کتاب کشمیری میں لکھی ہے ع۲ اور جس میں بڑی تفصیل سے یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ قدیم کشمیری زبان کے بنیادی خد وخال انہی علاقوں میں کھاش قبیلے کی مختلف بولیوں میں موجود ملتے ہیں ایسی بولیوں میں سے خصوصی طور پر پوگلی اور کشتواڑی بولیاں مشہور ماہر لسانیات سر جارج گریرسن کی توجہ کا ذکر بنی ہیں ع۳

اپنی مذکورہ کتاب میں فراہم کئے گئے حقائق کی روشنی میں کھاش قبیلے کی اصلی زبان ناگ اور بتاج قوم کی وہی قدیم زبان معلوم ہوتی ہے جس کے ساتھ کشمیری زبان کا براہ راست تعلق ہے۔ بلکہ ان حقائق سے متعلق مختلف تفصیلات کے تقابلی مطالعہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کشمیر کے اسلاف کشمیری الاصل کھاش تھے۔ البتہ اس قبیلے کے لوگ اپنی روایتی کھاش دی جنگی ضرورتوں کے تحت ہماچل پردیش سے ضلع ہزارہ کے پکھلی علاقے تک رہائش کرتے رہتے تھے۔ اور اس تبدیلی رہائش کی بدولت وہ قدیم طرز جنگ کے مطابق دادِ شجاعت دینے کے مقامات تلاش کرتے رہتے تھے۔ جہاں یہ بات قابل فہم ہے کہ کشمیر کی مادری زبان کشمیری زبان کی ہی کوئی کھاش دی بولی تھی وہاں یہ بھی قرین قیاس ہے کہ کشمیر کے گرد پھیلے ہوئے سلسلہ کوہ کو چھوڑ کر وادی میں مستقل رہائش اختیار کرنے سے تین چار صدیاں پہلے اسلام قبول کر کے کشمیر کے اسلاف کو اسلامی علوم میں برتری دکھانے کا موقع مل گیا تھا۔

ع۲ اکادمی رسالے میں شائع کئے گئے اعلان کے مطابق یونیورسٹی کشمیر کا شعبہ کشمیری اس کتاب کو ۱۹۸۵ء کے دوران شائع کرنے والا تھا۔ لیکن ابھی تک اس اعلان کی عملی توثیق ہونا باقی ہے ع۳ لنگوسٹک سروے آف انڈیا، جلد ۸۔

اس سلسلے میں شہیر کے دادا قورشاہ جیسے دیگر کھاشائی سرداروں کے نام اب تک پردۂ راز میں ہیں البتہ اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ قورشاہ کو دنیوی وقار کے علاوہ روحانی امتیاز بھی حاصل تھا۔ دیگر باتوں کے علاوہ قورشاہ عربی اور فارسی کا ایک جید عالم تھا۔ قورشاہ کے فرزند طاہر اور اس کے فرزند یعنی قورشاہ کے پوتے شہیر کو عربی اور فارسی کی تعلیم وراثت میں ملی تھی۔ بلکہ قورشاہ کے کشف و کرامات کا حسن ظن ۲ اسکی اولاد کے ساتھ بھی لوگوں نے وابستہ کر رکھا تھا۔

اس پس منظر میں یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ جب ۷۲۰ھ ہجری میں اپنے دادا قورشاہ کی پیشین گوئی کے مطابق شہیر کشمیر کے اندرونی حصے میں منتقل ہو کر اندرکوٹ علاقے میں اپنے بال بچوں بسمت رہائش پذیر ہو گیا تو اس نے اپنی سماجی خدمات کا آغاز اسلامی علوم اور عربی و فارسی کے ایک معلم کی حیثیت سے کیا تھا۔

اس بات کی طرف پہلے ہی اشارہ کیا گیا کہ راجہ سہدیو بزدلی جیسی بعض کوتاہیوں کے باوجود اپنے وقت کے قابل اور عالم لوگوں کا قدردان واقع ہوا تھا۔ اور اس نے ملک کی بگڑی ہوئی صورتِ حال کا علاج ڈھونڈ نکالنے کیلئے تمام فرقوں کے نمائندوں کو اپنے ارد گرد جمع کر لیا تھا۔ شہیر کو بھی اسی سلسلے میں دربار سے وابستہ کیا گیا تھا۔

یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ اندرکوٹ کے محلات میں رہائش کے دوران شہیر کو امور سلطنت میں کئی دیگر اہم ذمہ داریاں تفویض ہونے کے علاوہ راجہ رینچن شاہ کی جانب سے نئے تمدن، اسلام اور فارسی زبان وغیرہ سے راجہ اور امراء و وزراء کو شناسائی بہم پہنچانے کی ذمہ داری بھی انجام دینا پڑتی تھی۔ شہیر کی اس بالواسطہ یا بلا واسطہ خدمت کا غیر مبہم ذکر مؤرخین نے اس واقعہ کے پردے میں بھی کیا ہے جس کی رُو سے راجہ رینچن کے

ع ۱ تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۶۱ ع ۲ سر آرل سٹین بحوالہ "سلطان زین العابدین آف کشمیر ص ۷" ع ۳

اسلام قبول کرنے وقت بابا بلبل شاہ ترکستانی سے اُس کے ہم کلام ہونے اور بذریعۂ شہمیر افہام و تفہیم کی راہ پیدا ہونے کی بات بیان کی گئی ہے ۔

راجہ رینچن شاہ کا قبولِ اسلام کوئی اتفاقی امر نہ تھا جیسا کہ کشمیر کے بیشتر مورخوں نے تصور کیا ہے اسی طرح حضرت بابا بلبل شاہ ترکستانی کا واردِ کشمیر ہونا محض ایک حسنِ اتفاق نہ تھا۔ اس واقعے کو تبلیغی مشن کی پیش رفت کا ایک اہم سنگ میل سمجھنا چاہئے یوں تو راجہ رینچن سے بیشتر کی تین صدیاں کشمیر کے سیاسی انتشار اور سماجی خلفشار کے باعث کشمیریوں کے اسلام کی جانب ذہنی آمادگی پیدا ہونے کے کئی تاریخی اسباب و علل کی حامل رہی ہیں۔ چنانچہ ان صدیوں کے دوران کشمیریوں کے اسلام کی جانب دلچسپی اور ذہنی جھکاؤ دکھانے کے کئی بلیغ اور زیر لب اشارے خود راج ترنگنی میں بھی ملتے ہیں۔ اس پس منظر میں جب راجہ رینچن کے دور میں مذہبی تفرقوں اور تردد نے ایک نئے طرح کی انگڑائی لی۔ تو بیرونی حملہ آور زلجو کی تباہ کاریوں کی صدائے بازگشت اندرونی خلفشار میں بھی سنائی دینے لگی۔ ایسے گھناونے ماحول میں راجہ رینچن کا اعتماد کمزور ہو گئے ہوئے بدھ مت کے پرچارکوں سے اٹھ جانا۔ ایسی سر پھٹول میں مشغول ہو گئے ہوئے ہندو مت کے عالموں سے تنفر پیدا ہو جانا اور اُس کی نظر کا اسلام جیسے کسی تیسرے مذہب کے شیدائیوں کی جانب اٹھنا ٹھوس حقائق کے عین مطابق بلکہ ایک فطری امر تھا۔ خاص طور پر جبکہ ایسے پر آشوب دور میں اسے شہمیر جیسے صالح، مدبر اور پاکباز آدمی کی صحبت کئی برسوں سے میسر تھی۔ بلکہ راجہ بن جانے سے پہلے بھی راجہ سے اُسکے مراسم کا اندازہ ہو جاتا ہے راجہ بن جانے کے بعد چونکہ شہمیر رینچن کا سب سے بڑا ہمراز اور قابل اعتماد مشیر تھا اسلئے راجہ کیونکر شہمیر کے عقاید اور اُسکے آداب صوم و صلوٰۃ سے لے اثر یا کم از کم بے خبر رہ سکتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ شہمیر کی شفیق صحبت نے راجہ رینچن کو پہلے ہی ذہنی سطح پر قبولِ اسلام کے لئے تیار کر لیا تھا۔ اب صرف ایک باضابطہ اور باوقار رسم افتتاح کے لئے موقع و محل تلاش کرنے کا کام باقی رہ گیا تھا۔ یہ موقع و محل

Scanned with CamScanner

بڑے تدبر سے بمصداق ع تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے، راجہ اور وزیر کے اپنے مشوروں سے تلاش کر لیا گیا تو اب تقریب کا اہتمام اس ڈھنگ سے ہوا کہ ایسے واقعات کو عوامی سطح پر غلط رنگ میں پیش کرنے والے فتنہ پردازوں کو قدیم عقاید کی آڑ میں کوئی شکار کھیلنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر رینچن شاہ نے مختلف مذاہب کے نمائندہ عالموں کو دربار میں بلایا اور یہ اعلان کیا کہ فلاں روز صبح سویرے جس مذہب کے آدمی پر میری نظر پڑے گی ہم سب وہی ایک مذہب قبول کر کے آپسی تفرقوں کو ختم کر لیں گے۔ ظاہر ہے بمصداق ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ راجہ کی اس تجویز کا سب مذہبوں کے نمائندوں نے مصلحتاً خیر مقدم کر لیا۔ البتہ خیر مقدم کر کے انہوں نے اپنے آپ پر ایک گونہ اخلاقی اور سماجی ذمہ داری قبول کر لی۔ اب کیا تھا بڑے تردد سے مقررہ دن کا انتظار ہونے لگا تاکہ وہ رات بیداری میں کاٹ کر راجہ کی شرط جیتنے کیلئے ایک دوسرے پر مختلف مذاہب کے عالم خاص طور پر بدھ مت اور ہندو مت کے عالم مناسب قسمت آزمائی کر سکیں۔ مؤرخ عبدالوہاب شائق نے راجہ رینچن شاہ کا یہ فیصلہ صادر ہونے کی محرکات کا یوں واضح ذکر کیا ہے:۔ سے

شہی رینچو داشت رای صواب	نگہ کرد در ملت شیخ و شاب
دل روشنش شد مکدر بسی	چو دین جدا دید باہر کسی
بہر فرقہ آئین دیگر چو دید	بسی کشمکش خاطر او کشید
ازین راہ شد خاطرش بیقرار	بر آئینۂ دل فتادش غبار
درین کار اندیشہ بسیار کرد	ولی فکرتش رہ بجای نبرد[1]

گویا اس گھناونی صورت حال میں پہلے تو روز روز کے تفرقوں سے چھوٹنے کی کوئی تدبیر ہی نہ سوجھتی تھی۔ آخر رینچن نے اپنی عقل سلیم اور اپنے راز دار شہمیر کی مدد سے ایک تدبیر نکال ہی لی بقول مؤرخ حسن:۔

---

[1] ریاض الاسلام ص ۱۸

"پس بادلِ خود بیندیشید کہ فردا کسیکہ اول صبح می بینیم بمذہب او گرائیم۔ بامداداں جناب سید شرف الدین ملقب بہ بلبل شاہ رحمتہ اللہ را دید کہ بر ساحل آب نزدیک دریای بہت (جہلم) نماز میخواند۔ شاہ ذو نیاز او را پسندیدہ با اہل و عیال خود بمذہب او گروید و طوق اسلام بگردن انداختہ خود را بہ ملک صدرالدین ملقب ساخت"[۱]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ رینچن شاہ کے قبل از وقت اعلان کے ناطے اور بدھ مت اور ہندو مت کے عالم مقررہ صبح کی پوری رات بیداری میں گذارتے رہے۔ لیکن راجہ کی پہلی نظر حاصل کرنے کے لئے محل کے تمام دروازوں پر پڑے رہنے کے باوجود وہ اس کی نظر سے محروم کیوں رہے؟ اور کیوں دروازوں سے نکلنے کے بجائے راجہ نے کھڑکی سے دریا کے اس پار نماز پڑھنے والے بابا بلبل شاہ پر ہی پہلی نظر ڈالی جو بعض مسلم مورخوں کے مطابق اسی رات ایک غیبی اشارہ پا کر بغداد سے کشمیر پہنچے تھے۔ بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق بابا بلبل شاہ نے یہ لمبی مسافت روحانی پرواز کے ذریعے یعنی طی مکان کے روحانی طریقے پر طے کی تھی۔ ع۲ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے خیال میں بابا بلبل شاہ اکیلے یا زیادہ سے زیادہ ایک دو ساتھیوں سمیت یہاں آئے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں واقعہ یہ ہے کہ بابا بلبل شاہ ایک بڑے عالم اور جادو بیان خطیب ہونے کے علاوہ ایک بڑے تبلیغی مشن کے رہنما تھے جو پہلی بار راجہ سہدیو کے زمانے میں اپنے وطن ترکستان سے کشمیر آئے تھے۔ ع۳ لیکن یہاں کے دگرگوں حالات کی وجہ سے تاریخی اہمیت کا کوئی کارنامہ اس وقت انجام نہ دے سکے تھے۔ البتہ جب وہ دوسری بار اپنے ہمراہ عالموں اور مبلغوں کے بارہ سو افراد پر مشتمل کارواں لے کر کشمیر آئے۔ ع۴ وہ بھی ایسے موقع پر جب ہیجانی کیفیت کا پھوڑا پوری طرح پک چکا تھا۔ تو آپ کی بروقت کاروائی کا نشتر اپنی سچائی دکھانے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ اس رات (جس کے دوران ہندو مت اور بدھ مت کے نمائندے رینچن کے محل کی چاروں جانب موعود نظر جیتنے کے لئے بیدار تھے) میں کاروان کا شاہی

ع۲ تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۶۶

محل کے مقابلے میں دریائے جہلم کے کنارے پہنچ جانا اور ایک غیر مسلم بستی میں جنون کلا دینے والی آواز کو اذانِ سحری کی صورت میں الاپ کر صبح سویرے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا اور ایسی اذان کی بدولت کھڑکی سے اتفاقیہ طور پر راجہ کا اپنی بیوی کوتہ رانی سمت دیکھنے کا جواز پیدا کرنا سچائی کو دعوت دینے والے کشمیر کی عقل سلیم ہی کا کام ہو سکتا تھا، نہ صرف اس لئے

کہ ۔ وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود

ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

بلکہ اس لئے بھی کہ ایسے نازک وقت پر بابا بلبل شاہ کی راز دارانہ آمد نے ثابت کر دیا؛

ع بارِ غمی کہ خاطرِ ما خستہ کردہ بود

عیسیٰ دمی خدا بفرستاد و بر گرفت

بہرحال مقررہ صبح رنچن کی منظر دریا کے اس پار بلبل کی امامت میں محو نماز ہو گئے ہوئے کاروان پر کیا پڑی کہ وہ اپنی چالاک بیوی کوتہ رانی کو اس روحانی ورزش کے آداب

---

۳ کشمیر کی تاریخ نویسی میں ایک ستم ظریفانہ روش کلہن سے وراثت میں پائے ہوئے اس شاعرانہ اندازِ بیان کی پیداوار ہے جس کے تحت ٹھوس واقعات کو بھی کشف و کرامات میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ یہی کچھ بابا بلبل شاہ کے کشمیر آنے سے متعلق ہوا ہے، بلکہ خود ان کے بلبل کہلائے جانے کے متعلق بیانات بھی اسی قبیل کے ہیں۔ آپ کا طے مکاں کر کے راتوں رات بغداد سے کشمیر پہنچنے کی کرامت تسلیم بمصداق وہ

ہر نگاہِ مردِ مومن انقلاب گلشن ہستی از دیا بد شباب ۔

لیکن اس انقلاب آفریں ادیب اور جادو بیان خطیب کے کشمیر آنے کا علمی اور تحقیقی پہلو اشاعت اسلام کے عالمگیر طریقِ کار، مبلغین کی بے آب و گیاہ صحراؤں اور بیابانوں کی جادہ پیمائی اور تبلیغی نظام کی ٹھوس کارروائیوں کو نظر میں رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ بابا بلبل شاہ بزرگانِ دین کی طرح طویل اور کٹھن سفر طے کرتے رہے اور زحمتیں برداشت کرتے ہوئے اپنے سینکڑوں عقیدتمندوں سمیت یہاں آ گئے تھے جن میں نقشبندیہ مسلک کے نمائندوں کے علاوہ مولانا احمد علامہ جیسے عالمِ دین بھی موجود تھے اس موضوع پر لاہور دانش کے کسی اگلے شمارے میں ۔۔۔

۴ تاریخ کشمیر ص ۶ + ص ۔

فوراً متاثر ہو کر اُن کے قریب اپنے امراء اور اپنے کنبے سمیت پہنچ گیا۔ اب ملک کے راجا اور اس کا زداں کے سرداروں کی آپسی گفتگو کا مرحلہ درپیش تھا۔ اور رنیچن شاہ کا سراپا یہ مصرع بن جانا یقینی تھا کہ:

؎ زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

لیکن فارسی جاننے والے شہمیر کی موجودگی نے یہ مشکل آسان بنا دی۔ اس موقع پر شہمیر کی ذہانت کے جوہر اور شخصیت کے کئی پہلو ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی فارسی دانی کا بھرپور مظاہرہ بھی ہوا۔ رنیچن اور بلبل شاہ کے درمیان ایک ترجمان کی حیثیت سے وہ خوشگوار اور تاریخی فرض انجام دینے کی صلاحیت کسی اور میں موجود نہ تھی۔ کیونکہ اس کی طرح کوئی اور بیک وقت فارسی، کشمیری اور تبتی نہیں بول سکتا تھا۔ علہ تاریخوں میں رنیچن شاہ اور بلبل شاہ جیسی دو[2] تاریخ ساز شخصیتوں کی آپسی بات چیت کی طرف بہت سرسری اشارے کئے گئے ہیں۔ اور اس تاریخ ساز بات چیت کے ذریعۂ اظہار کی اہمیت کو بالکل ہی نظر انداز کیا گیا ہے۔ خیر آثار و قرائن سے اس بات کی پوری تائید ہو جاتی ہے کہ اس اہم گفتگو کا ذریعۂ اظہار فارسی زبان کے بغیر کوئی اور زبان نہ تھی۔ بلکہ اس تاریخ ساز گفتگو کی جو صورت مختلف تاریخوں کے اقتباسات کی روشنی میں اُبھرتی ہے، وہ اس قدر غور طلب ہے کہ اس کا ایک امکانی خاکہ ترتیب دے کر نذرِ قارئین کیا جائے جو یوں ہوگا۔

کشمیر میں پہلی تاریخ ساز فارسی گفتگو کا امکانی خاکہ

دبابا بلبل شاہ کو محوِ نماز دیکھ لینے کے بعد راجا رنیچن تمام شاہانہ تکلفات چھوڑ کر اپنے خاص لوگوں سمیت کشتی میں بیٹھا اور ایک کھلے میدان میں جمع نمازیوں کے قریب پہنچ گیا

علہ شہمیر کی یہ روایت سلطان زین العابدین بڈشاہ نے بھی قائم رکھی تھی چنانچہ وہ ان تین زبانوں کے علاوہ سنسکرت بھی جانتا تھا۔

بابا بلبل نماز سے اتنی دیر میں فارغ ہو ہی چکے تھے کہ شہمیر نے راجا کے اردل میں پیش قدمی کر کے اس بزرگ خدا کی توجہ بحیثیت پیر ہونے کے آداب بجا لاتے ہوئے ایک تاریخی فریضہ یوں انجام دیا [1]

شہمیر = (رنچن کے اردل میں) = السلام علیکم

بلبل = وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

شہمیر = آقا! پادشاہ کشمیر بہر ملاقات آمدہ است و از شما

سوالہا پرسیدنی، دارد [2]

بلبل = (بسیار خوب) حاضر ہستم، بفرمائید

رنچن = (بذریعۂ شہمیر) بامداداں بانگے عجیب برآوردی و مرا

سوی خود متوجہ کردی حالا بگو کہ کیستی کی آمدو چرا آمدی؟

بلبل = ے شب بطی مکان زدم اقدام

تا کنم عرض شاہ را السلام [3]

رنچن = عبادت خوب داری اما نام و آئینِ خویشتن را باز گوی؟

بلبل = ے مشرف بہ بلبل شدہ نام من بود دینِ احمدؐ سرِ انجام من [4]

رنچن = ع بہ عرفان مگر رہنمای تو کیست؟

بلبل = ے سہت در راہ حق ز تقدیرم سہروردی شہاب الدین پیرم [5]

رنچن (بذریعہ شہمیر):- ع مگر دعوتم چوں رسیدہ بتو؟

---

[1] بہارستان شاہی ص ۱۳ (متن = رنچن ترجمانی طلب نمود کہ عارف ہر دو زبان باشد)

[2] ریاض الاسلام ص ۸۹ [3] باغ سلیمان ص ۱۰۹

[4] النوادر الاخبار (ریسرچ لائبریری مخطوطہ ۶۹) ریاض الاسلام ص ۹۰

[5] باغ سلیمان ص ۱۰۹

بلبل :- بہ نہایت رسیدہ باوجِ قبول — شفاعت بحق کردہ از نور رسولؐ عہ۱

رنجن :- ع — مگر امرِ شاہی پذیرفتہ ای؟

بلبل :- من از حکم آن خالقِ دادگر — بسوی حجاز اقبال کردم گذر عہ۲

رنجن :- ع — اگر بلبلی نامِ باغ تو چیست؟

بلبل :- منم خوش نوا بلبلِ باغِ جان — لقب شاہ بلبل مرا شد ازان
چو من بلبلِ گلشنِ وحدتم — شدہ شاہ بلبل ازان شہرتم عہ۳

رنجن :- اول راز پروازِ خود باز گوی — دگر سرِ پنہانِ من باز گوی

بلبل :- بطلبی مکان از حجاز آمدم — ترا بہر دین چارہ ساز آمدم
تو شب زار زار نالیدی ای پاک باز — زسر پای کردی براہ نیاز عہ۴

رنجن :- طلب کردہ ام دینِ حق از خدا — ہمین گو دین خود ای حق نما عہ۵

بلبل :- باقرارِ توحید لب وا نمای — بتصدیق احمدؐ زبان را کشای عہ۶

رنجن :- شد از لا بادشہ رام اسمعیل جان — محمد رسول اللہؐ بر زبان عہ۷
مسلمان من از دل و جان شدم — ولی دیگران را چہ چارہ کنم

بلبل :- بسی خلق آیند در دین شاہ — سراسر پذیرند آئین شاہ عہ۸

رنجن :- مراد در تن دوست دستی پناہ — مگر ہر کسی را ہدایت نخواہ

بلبل :- سعید و شقی آمدند از ازل — مقدر شد از حق نداند بدل
شدہ در ازل نقش ہر یک پدید — سعید و شقی را خدا آفرید عہ۹

عہ۱ ، عہ۲ ، عہ۳ ریاض الاسلام ص ۸۹ ۔

عہ۴ ، عہ۵ ریاض الاسلام ص ۹ بعض تذکروں میں حجاز کے بدلے بغداد دکھایا گیا ہے ۔

عہ۶ ، عہ۷ ریاض الاسلام ص ۹۰ عہ۸ ، عہ۹ ایک عالمگیر نظریہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے بادشاہ کا مذہب اپناتے ہیں (الناس علی دین ملوکہم)

Scanned with CamScanner

رینچن شاہ نے باضابطہ اسلام قبول کیا تو جہاں بابا بلبل شاہ نے اسے سلطان صدرالدین رینچن شاہ کے اسلامی نام سے نوازا۔ وہاں ہزاروں لوگوں نے ایک قطرہ خون بہنے بغیر "الناس علیٰ دینِ ملوکہم" کی تائید کرتے ہوئے مسلمان ہونے کا شرف پایا۔ بہاء الدین متو نے اپنے رشی نامہ میں قبول اسلام کی تقریب کے موقع پر ایک ہی دن رینچن شاہ اور کوتہ رانی کی پیروی میں اسلام قبول کرنیوالوں کی تعداد دس ہزار لکھی ہے اور تاریخ کبیر کے اندراجات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ بہاء الدین متو ثم بابا بلبل شاہ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:۔

عارفی کہ نخست نور افشاں ... گشت کشمیر را البطنی مکاں

بلبل بوستان وحدت بود ... اسم رحمان ازو شدہ مشہود

کچھ رینچن شاہ اور کوتہ رانی مشرف باسلام کرنے کے ضمن میں کہا ہے:۔

شاہ بر ہر دو عرض ایمان کرد ... ہر دو را مومن و مسلمان کرد

ہر دو گفتند آنچہ فرمانست ... تابع امر تو دل و جان است

از دم صبح تا بوقت دگر

شد باسلام دہ ہزار نفر

کشمیر کے ان تمام نو مسلموں کے روحانی بادشاہ اور پیر و مرشد بابا بلبل شاہ بن گئے تو کشمیر کی اہمیت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ اب وہ رینچن شاہ کا سب سے زیادہ قابل اعتماد وزیر بن گیا تھا اور کشمیر کی تعمیر نو میں حاصل کشمیر کو ہی اب معمار اول کی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن سلطان صدرالدین رینچن شاہ کی بے وقت موت نے کشمیر کے کاندھوں پر گہری ذمہ داری ڈال دی۔ ایک یہ کہ بادشاہ نے بستر مرگ پر دراز ہو کر اپنا کمسن بچہ حیدر کشمیر کو ہی سپرد کیا۔ دوسری یہ کہ کشمیر میں دینِ اسلام کے ننھے پودے کو طوفان باد و باراں سے بچانا بھی اسکے تدبیر پر منحصر تھا۔ کشمیر رینچن کی وفات کے بعد ایک وفادار وزیر اور امانتدار

عٰلہ رینچن شاہ کے قبول اسلام کی تاریخ ہے "ع طلوب آفتاب دینِ احمدی" (عٰہ، ع۳۰ حاشیہ ملاحظہ فرمائیے)

دوست کی حیثیت سے اچھیاں ڈیلو اور رنچن بٹ کا کالپوری جیسے دشمنوں سے حیدر کا بچاؤ
کر کے ابھی یہ دستور تربیت سے بھی عہدہ میں آ ہو جاتا تھا اور درخت اسلام کی باغبانی کا
فرض بھی انجام دینا چاہتا تھا حالانکہ سازشی عناصر شتر بے مہار دب گئے۔ پھر بھی شاہمیر حیدر اور
کوٹہ رانی کو بیرونی اور اندرونی حملہ آوروں سے بچاؤ کرتا رہا ع۲ لیکن کئی شر پسند والے
ہاتھ میں کوٹہ رانی کے کٹھ پتلی بن جانے پر جس جبر استبدادانہ کارروائی کی ضرورت تھی، وہ شاہمیر کے بغیر کوئی
اور نہ کر سکتا تھا۔ حالات ابتر ہو جاتے، جب شاہمیر نے انتہائی مدبرانہ اور بہادرانہ کارروائی کو عملی
جامہ پہنانے کے بعد اقتدار کو خود سنبھالا تو تاریخ کا رخ بدلنے والی عظیم کشمیری سلطنت کی
بنیاد شاہمیری سلطنت کے نام سے پڑی۔ چنانچہ جہاں سیاسی استحکام اور خوشحالی کا ایک نیا دور
شروع ہو گیا۔ وہاں تمدنی سطح پر شاہمیر نے ایک نئے کشمیری سنہ کی بنیاد بھی ڈالدی اور جنہوں
کے نام بھی کشمیری موسمیات کی رعایت سے مقرر کئے ع۱

شاہمیر کے مختصر مگر کلیدی اہمیت والے عہد حکومت کا تعارف ایک مقامی ادیب
سید محمد باقر نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ "شاہمیر نے اپنی مدت حکومت کے دوران ملک
کشمیر کے نظم و نسق اور داخلی انتظامات کی طرف پوری توجہ دی .... سلطان
شمس الدین (شاہمیر) کے عہد حکومت میں عمومی طور پر امن امان رہا، کسی قسم کا فتنہ

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ع۲ مورخ محمد الدین فوق نے تاریخ بڈشاہ (ص ۳۷) میں لکھا ہے۔
"شاہ میر سپہ سالار اور مدار المہام ہی نہ تھا بلکہ اس کے پسر ملک صدر الدین کا فرزند حیدر خان
تھا جس کو آئندہ بادشاہ کشمیر ہونا تھا۔ شاہ میر نے حیدر خان کو اسلامی طور طریق کے مطابق
تعلیم تربیت دی۔"

ع۳ تاریخ بڈشاہی (ص ۳۷) میں لکھا گیا ہے "اچھیاں ریلو تو بالکل ہی کا مادہ ہو تھا البتہ
کوٹہ رانی عہد والا دو لختی اور حملہ آوروں کی تعداد کر دی تھی، اس نے دبیر جنگی ترک حملہ آور کے دانت کھٹے کر دینے کے
صلے میں شاہ میر کو مختار کل بنا دیا اور اس کے دو فرزندوں جمشید اور علاؤ الدین کو مرزا ہی جاگیریں بھی دیں۔"

وفساد نہ اٹھا...... اور بادشاہ نے پورے اطمینان سے حکومت چلائی۔" ع۲ ہشمیر کا مقبرہ اندرکوٹ میں (سونہ برن) سنبل نامی جگہ پر واقع ہے ع۳

ع۱ مختصر تاریخ کشمیر (محمد امین پنڈت ص ۱۱۰) میں لکھا گیا ہے کہ شہمیر کے رائج کئے ہوئے کشمیری سنہ کا رواج مغلوں کے تسلط کشمیر تک قائم تھا۔

ع۲ ع۳ اخبر درخشاں ص ۱۵۶، (تاریخ بڈشاہی) (ص ۲۸) میں لکھا گیا ہے کہ "ہشمیر کا مقبرہ موضع سنبل میں واقع ہے۔ یہ مقبرہ سلطان صاحب یا سلطان بادشاہ کے نام سے مشہور ہے ایک کوٹھری میں واقع یہ مقبرہ اندازاً اٹھارہ بیس فٹ مربع ہے۔ کوٹھری کی چھت کے تختے بوسیدہ ہو کر گر چکے ہیں تقریباً پانچ فٹ لمبی ہے اور چوبی تعویز سے ڈھکی ہوئی ہے۔"

Scanned with CamScanner